© rasailojaraid.com

مراکش کی عصری تاریخ میں ریفرنڈم کا انعقاد کوئی نئی بات نہیں۔ ۱۹۶۲ء سے اب تک کئی دستوری ریفرنڈم ہو چکے ہیں اور ۱۳ ستمبر ۱۹۹۶ء کا ریفرنڈم چھٹا ریفرنڈم ہے۔ قبل ازیں جو ریفرنڈم ہوئے ان کے ذریعے بادشاہ کو وزرا کی تقرری' پالیسی سازی اور حتمی قانون سازی کے سلسلے میں بنیادی اختیارات دینے کا معاملہ شامل ہوتا تھا۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۶۲ء کو جو دستور اپنایا گیا اس کی مخالفت میں نیشنل یونین آف' پاپولر فورسز (UNFP) پیش پیش تھی جو استقلال پارٹی سے ۱۹۵۹ء میں الگ ہونے والے دھڑے پر مشتمل تھی۔ اس کا بنیادی اعتراض یہ تھا کہ دستور ایک جمہوری طریقے سے تشکیل شدہ اسمبلی کی بجائے شاہی محل کی منظوری سے اختیار کیا گیا تھا۔ مراکش کمیونسٹ پارٹی (PCM) ڈیموکریٹک کانسٹی ٹیوشنل پارٹی (PCD) نے بھی اسی قسم کا موقف اختیار کیا اور براہ راست انتخاب پر مشتمل اسمبلی کے قیام کا مطالبہ کیا۔ البتہ علال الفاسی کی استقلال پارٹی' انڈیپینڈنٹ لبرل پارٹی (PLI)' بربر پارٹی اور پاپولر موومنٹ (MP) نے دستور کی تائید کی۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ جس قسم کی اسمبلی کے قیام کا مطالبہ کیا جا رہا ہے وہ موجودہ حالات میں ناممکن اور غیر ضروری ہے۔ مزید یہ کہ شاہ حسن کو دستور سازی کا اختیار حاصل ہے۔ بہر حال ۱۹۶۲ء کا دستور منظور ہو گیا۔

۱۹۶۵ء میں شاہ حسن نے دستور معطل کر دیا اور ۱۹۷۰ء میں اس نے نیا دستور بنانے کی دعوت دی۔ تاکہ اس کے ذریعے پرانے دستور کی خامیوں کو دور کیا جا سکے۔ اس مرتبہ استقلال پارٹی' نیشنل یونین (UN) اور لبریشن اور سوشلزم پارٹی (PLS) نے حسن کی تجویز کی مذمت کی۔ ڈیموکریٹک کانسٹی ٹیوشنل موومنٹ (MDP) نے بھی ان جماعتوں کی تائید کی جبکہ MP اور PCD نے شاہی اقدام کی حمایت کی۔ وسیع پیمانے پر مخالفت کے باوجود ۱۹۷۰ء کا دستور منظور ہو گیا جس کے تحت دستوری تبدیلیوں کے تعین کا اختیار وزیراعظم کی بجائے بادشاہ کو دے دیا گیا۔

شاہ حسن کے خلاف دو مرتبہ بغاوت ہوئی جس کے نتیجے میں ۱۹۷۲ء میں نئے دستور کے لئے ریفرنڈم منعقد ہوا۔ اگرچہ بائیکاٹ کے متعدد اعلان ہوئے لیکن نیا دستور بھاری اکثریت سے منظور ہو گیا۔ یہی دستور اب تک حکومت کے انداز اور انتخابی عمل کے طریق کار کا تعین کرتا رہا ہے۔ اس دستور میں ۱۹۸۰ء میں بعض تبدیلیاں کی گئیں۔ ۱۹۹۰ء کے عشرے کے وسط تک شاہ حسن اس دستور کے ذریعے کامیابی سے حکومت چلاتا رہا۔ مخالف جماعتیں نہ صرف یہ کہ باہم متحد نہ ہو سکیں بلکہ ان کے اندر بھی شکست و ریخت کا عمل جاری رہا۔ ۱۹۹۶ء کے ریفرنڈم میں بھی اسی طرح کی صورت حال مشاہدے میں آئی۔

ستمبر ۱۹۹۲ء میں پانچواں ریفرنڈم ہوا جس کا مقصد دستوری کونسل اور اقتصادی کونسل کی تشکیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سلسلے میں استصواب کرانا تھا۔ اس ریفرنڈم نے کابینہ بنانے اور توڑنے میں بادشاہ کے حق پر بھی مہر تائید ثبت کردی۔ اس دستور میں بنیادی حقوق پر مشتمل مقدمہ بھی شامل کیا گیا جس کا مقصد غالباً" یورپی پارلیمنٹ کو مطمئن کرنا تھا۔ اس ریفرنڈم کی نیشنل بلاک نے مخالفت کی جو جولائی ۱۹۷۰ء میں قائم ہوا اور جس میں بڑی مخالف جماعتیں شامل ہیں۔

شاہ حسن ۳۵ سال تک عوامی تائید کے حصول کی غرض سے ریفرنڈم منعقد کرواتا رہا اور اپنی حکمت عملی سے مخالف جماعتوں کی کوششوں کو بھی ناکام بناتا رہا جو اس پر اس بنا پر معترض ہیں کہ وہ جعل سازی پر مبنی ریفرنڈموں کے ذریعے غیر جمہوری طور طرز کے دستور بناتا رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس طرح اس نے نہ صرف دستوری بادشاہت کو بلکہ صورت حال کو جوں کا توں برقرار رکھنے کی حامی جماعتوں کے وجود کو بھی خطرے میں ڈال دیا۔ یہ وہ سیاق و سباق ہے جس میں ۱۹۹۶ء کا ریفرنڈم منعقد ہو۔

۱۹۹۶ء کا نیا دستور اور شاہی محل کے اندازے

۱۹۹۶ء کے نئے دستور کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کے تحت براہ راست منتخب ہونے والے نمائندوں پر مشتمل ایوان زیریں کی تشکیل ہے۔ ایک ایوان بالا۔ ایک سینیٹ ابھی متشکل ہونا ہے جس میں مقامی کونسلوں، پیشہ ورانہ تنظیموں اور محنت کشوں کی تنظیموں کے نمائندے شامل ہوں گے۔ خیال یہ ہے کہ شاہ کے لئے دوایوانی نظام یک ایوانی نظام کی نسبت زیادہ کارآمد ہے۔ ۱۹۹۳ء میں جو انتخابات ہوئے ان کے نتیجے میں شاہ کو اکثریت حاصل ہوئی اور اس طرح شاہ کو تقویت حاصل ہوئی۔ ملکی اور غیرملکی مبصرین نے اس انتخاب کو جعلی قرار دیا۔ اس طرح کے الزامات کے جواب میں ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۶ء کے درمیان ایک نیا دستوری مسودہ تیار کیا گیا جس کے تحت دوایوانی مقننہ تجویز کی گئی۔ اس تجویز کے مطابق ایوان بالا کی تشکیل بہت پیچیدہ دکھائی دیتی ہے۔ تاہم اس میں مقامی کونسلوں کی نمائندگی کے اہتمام سے توقع کی جاتی ہے کہ اختیارات کی مرکزیت بتدریج ختم ہوگی اور ریاستی اختیارات مقامی اداروں تک وسیع ہو جائیں گے۔ جہاں تک شاہ حسن کا تعلق ہے اس نے حالیہ تقاریر اور بیانات وغیرہ میں جرمن طرز کی حکومت کے قیام کی خواہش ظاہر کی ہے جو اس کی نظر میں وفاقی نظام کی طرف مراکش کی پیش رفت کے حوالے سے زیادہ موزوں ہے۔

اگرچہ قانون سازی اور ترامیم کو بروئے کار لانے میں دونوں ایوانوں کو اختیار حاصل ہے لیکن دستور کے آرٹیکل ۵۰ کے تحت ایوان زیریں کو تفوق حاصل ہے۔ وزارتی کابینہ بنانے اور کابینہ کے دیے گئے پروگرام پر اظہار رائے میں اس ایوان کو نسبتاً" زیادہ اختیارات حاصل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۹۶ء میں تخت نشینی کی ۳۵ ویں سالگرہ کے موقع پر شاہ نے ۳ مارچ کو جو سالانہ خطاب کیا' اس میں اس نے دوایوانی مقننہ بنانے اور ریفرنڈم کرانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس ریفرنڈم کے لئے حالات کو سازگار بنانے میں مندرجہ ذیل عوامل کا بہت ہاتھ ہے:

۱۹۹۳ء کے انتخابات پر مخالف جماعتوں نے سخت تنقید کی تھی۔ ان کی تنقید کا سبب نہ صرف نظام انتخابات کا جعل سازی پر مبنی ہونا تھا بلکہ وہ یہ سمجھتی تھیں کہ یہ نظام خاص طور پر انہیں حکومت سے باہر رکھنے کے لئے وضع کیا گیا تھا۔ اس تنقید کا USFP کو بہت خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اس کے رہنما عبدالرحمٰن یوسفی نے بطور احتجاج ستمبر ۱۹۹۳ء میں پیرس میں اقامت اختیار کر لی۔ جولائی ۱۹۹۴ء میں حسن نے سیاسی نظام کو کشادہ کرنے کے سلسلے میں ایک زبردست فیصلہ کیا۔ اس نے ۴۲۴ سیاسی قیدیوں کو عام معافی دے کر جیلوں سے رہا کر دیا' اس نے ۱۹۳۵ء کے اس فرانسیسی فرمان کو بھی ختم کر دیا جس کا سیاسی قیدیوں کی رہائی اور پھر ۱۹۹۳ء میں وزارت بنیادی حقوق کی تشکیل سے شاہ حسن کی اس خواہش کا اظہار ہوتا تھا۔ مقصد سیاسی مخالفت کو دبانا تھا۔ لطف یہ کہ خود شاہ حسن بھی ۱۹۵۴ء میں اس قانون کی زد میں آچکا تھا۔ کہ وہ مزید اصلاحات کرنا چاہتا ہے۔ ۱۹۹۵ء میں اس نے USFP کے سابق رہنما اور فقیہہ محمد بصری کو ۳۰ سالہ جلاوطنی کے بعد واپس مراکش آنے کی اجازت دے دی۔ انہیں ریاست کے خلاف سازش کے الزام میں موت کی سزادی گئی تھی لیکن شاہ نے الزامات واپس لے لئے۔ بصری کی واپسی سے مراکش کی سیاسی جماعتوں نے خاص اثر قبول کیا۔ خصوصاً" اس کی موجودگی سے پی پی ایس پارٹی کانگریس کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔

ان واقعات نے صورت حال پر اچھا اثر ڈالا تاہم حسن کو جتنے اقتدار و اختیار کی ضرورت تھی وہ اس کے لئے کوشاں رہا۔ اس نے ۱۹۹۲ء میں "لی مانڈے" کو انٹرویو دیتے ہوئے اپنی ذات کو امیرالمومنین اور شاہ مراکش کے مناصب کا مجموعہ قرار دیتے ہوئے مراکش کے لئے ناگزیر قرار دیا۔ اس کے حالیہ برسوں میں کیے گئے جن اقدامات کے نتیجے میں ریفرنڈم منعقد ہوا' ہو سکتا ہے کہ ان کے ذریعے وہ نظام کی خرابیوں کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالنا چاہتا ہو اور اقتصادی اور معاشرتی مسائل کے حوالے سے اپنے اوپر ہونے والی تنقید کا رخ دوسروں کی طرف موڑنا چاہتا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس طرح شاہ حسن اپنے بیٹے سیدی محمد کو ورثے میں ایک مستحکم اور بہتر سیاسی نظام دینا چاہتا ہے تاکہ اس کے لئے حکومت کرنا زیادہ آسان ہو۔

کلیدی کرداروں کے موقف اور مشکلات

شاہ حسن نے جب ۲۰ اگست ۱۹۹۶ء کو دستوری ریفرنڈم کا اعلان کیا تو معتی بوعبید' احمد عثمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موہند لائنسر، مجوبی آہردان، محمود عرشان، نجم ابو عقیل کی جماعتوں نے اس اعلان کا خیرمقدم کیا اور متفقہ طور پر اس کی تائید کی۔ نیشنل بلاک نے بھی اس اعلان کی حمایت کا اظہار کیا۔ چونکہ اس اعلان نے انتظار کرو اور دیکھو کی پالیسی اور تبدیلی کے فقدان کی حالت کے خاتمے کا سندیسہ دیا تھا اس لئے لوگوں نے عام طور پر اس اعلان کو خوش آمدید کہا۔ جہاں تک استقلال پارٹی کا تعلق ہے اس نے واضح کیا کہ وہ ریفرنڈم کے حق میں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے انتخابی نتائج تبدیل کرنے کے سلسلے میں حکومت کے سابقہ طرز عمل کی شدید مذمت بھی کی۔

USFP اور PPS نے بھی ریفرنڈم کی تائید کی۔ بائیں بازو کی جماعتوں نے بھی عموماً یہی طرز عمل اختیار کیا۔ البتہ بائیں بازو کی اکا دکا جماعتوں نے ریفرنڈم کی مخالفت بھی کی۔ خاص طور پر انتہا پسند بائیں بازو کی جماعت PASD نے یہ موقف اختیار کیا کہ اس نے ماضی میں بھی ایسے ریفرنڈم سے علیحدگی اختیار کئے رکھی کیونکہ ان کا مقصد مطلق العنانیت اور عوام کی محرومی کے سلسلے کو برقرار رکھنا تھا۔ اس نے ریفرنڈم کو ذمہ دار حکومت کے قیام کو نظر انداز کرنے کا ذریعہ قرار دیا اور اس کے بائیکاٹ کا اعلان کیا۔

بظاہر، شاہ نے سیاسی جماعتوں پر برتری حاصل کر لی ہے۔ اگر سیاسی جماعتیں ریفرنڈم کو رد کرتی ہیں تو اس سے وہ خود محرومی کا شکار ہوں گی اور شاہی محل کو ان پر بالاتری حاصل ہوگی۔ اگر وہ اسے قبول کرتی ہیں تو ان کو مستقبل میں حکومت کی اقتصادی اور معاشرتی پالیسوں پر نکتہ چینی کا بہتر موقع ملے گا۔ کاروباری برادری نے بھی دستور کی اصلاح کی تائید کی ہے اور بعض اسلامی جماعتوں نے بھی اسی طرح کا موقف اختیار کیا ہے۔ اس کے باوجود مراکش میں اسلامی جماعتوں کا موقف یکساں نہیں ہے۔ عبدالسلام یاسین کی جماعت العدل والاحسان نے درآمدشدہ نظریات کی مذمت کی ہے اور اس سلسلے میں یاسین کو قید و بند میں بھی مبتلا ہونا پڑا۔ قیاس یہ ہے کہ العدل والاحسان ریفرنڈم کی مخالف ہے۔ جہاں تک محنت کشوں کی تنظیموں کا تعلق ہے تو وہ اپنی متعلقہ جماعتوں کی پالیسی کی حامی ہیں۔

بہر حال جب ریفرنڈم ہوا تو پتہ چلا کر مراکش کے ۱۲،۳ ملین رجسٹرڈ ووٹروں میں سے ۹۵ء ۲۷ ووٹروں نے ریفرنڈم میں حصہ لیا۔ گویا ڈالے گئے ووٹوں کی تعداد ۱ء۱۰ ملین تھی جس میں سے ۹۹.۵۶٪ نے مثبت رائے کا اظہار کیا اور صرف ۴۵۳۲۴ نے مخالفت میں رائے دی جبکہ ۳۱۶۳۹ ووٹ منسوخ ہوئے کیونکہ ان کو صحیح طور پر پر نہیں کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی مخالفت میں ڈالے گئے تھے۔ اگلے دن صبح ریڈیو نے وزارت داخلہ کی طرف سے ریفرنڈم کے نتائج کا اعلان کرتے ہوئے تفصیلی اعداد و شمار بتائے۔ بظاہر نتائج کچھ زیادہ یقینی نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۹۷ء کے انتخابات کے بارے میں لوگوں کو شکوک و شبہات لاحق ہو گئے اور استقلال پارٹی کے سیکرٹری جنرل نے وزیر داخلہ بصری سے کہا کہ وہ انتخابات کے اہتمام سے باز رہیں۔

۱۹۹۶ء کے ریفرنڈم کی بین الاقوامی جہتیں

شاہ حسن نے ملک کی سیاسی فضا کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر اپنے اقدامات کی افادیت واضح کرنے کا بھی اہتمام کیا تاکہ یورپی اور دیگر مغربی ممالک کی طرف سے اس پر بنیادی حقوق کی خلاف ورزیوں کے حوالے سے جو تنقید ہوتی رہتی ہے اس کو ختم کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں شاہ حسن نے ٹی وی اور پریس وغیرہ کا سہارا لیا اور اپنے اقدامات کو عالمی سطح پر متعارف کرانے کی کوشش کی۔ شاہی نظام پر شدید ترین تنقید مغربی صحرا کے حوالے سے ہوتی رہی ہے کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے باوجود ابھی تک وہاں حق خود ارادیت کے حوالے سے استصواب کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ اس طرح منشیات کی روک تھام کے سلسلے میں غفلت سے کام لینے پر بھی مراکش پر تنقید کی جاتی ہے۔ مراکش میں منشیات کی روک تھام کے لئے اقوام متحدہ کے اصلاحی و امدادی پروگرام کو بھی کوئی خاص پذیرائی حاصل نہیں ہو سکی۔ بیرونی تجارت اور سرمایہ کاری نیز مراکش سے ملحقہ سمندری حدود کے تعین اور سمندری پیداوار سے استفادہ وغیرہ سے متعلق متعدد مسائل مراکش کی اقتصادی حالت اور یورپی یونین کے ساتھ اس کے تعلقات کو متاثر کر رہے ہیں۔

خیال رہے کہ مراکش اپنے مستقبل کی اقتصادی ترقی کے سلسلے میں یورپ کی مرکزی اہمیت کو جان گیا ہے کیونکہ مغربی عرب ممالک کے ساتھ اس کی تجارت کے امکانات روشن نہیں ہیں۔ خلیج کی جنگ، الجزائر کی خانہ جنگی، امریکہ کی لیبیا پر پابندیاں وغیرہ مسائل بھی عرب ممالک کے ساتھ مراکش کی تجارت کے فروغ میں حائل ہیں۔ ان حالات میں مراکش عالمی تجارت میں خاص اہمیت اختیار کر گیا ہے کیونکہ یہاں ایک مستحکم حکومت قائم ہے اور غیر ملکی سرمایہ کاری کے لئے نفع آور منڈی بننے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے۔

نتیجہ

مراکش کے سیاسی منظر کے غیر ملکی مبصرین اکثر و بیشتر مراکش کے عوام کی رضامندی اور مراکش کے نظام کے جمود پر تنقید کرتے ہوئے اپنے ملکوں کے سیاسی اور معاشرتی ڈھانچوں کی استواری کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہاں اس بنیادی حمایت کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کہ جو مراکش مغرب سے حاصل کرتا ہے تاہم یہ امر تعجب خیز ہے کہ ۱۹۹۶ء کے دستوری ریفرنڈم نے مخالف جماعتوں کے بنیادی مطالبوں کو پورا کر دیا اور اس نے ایک انتخابی جمہوریت کے قیام کی پیش گوئی کر دی ہے۔ اس نے مراکش کی سوسائٹی اور حکومت کی بنیادی اصلاح کے ضمن میں زیادہ بحث مباحثہ اور دانشمندانہ غور وفکر کا موقع فراہم کردیا ہے۔ اہل مراکش کے ساتھ تبادلہ خیال' عوامی بیانات کے تجزیے' ذرائع ابلاغ ' پریس کانفرنسوں میں حاضری' چائے خانوں میں سن گن لینے سے ایک آدمی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ اہل مراکش نے ریفرنڈم اور اس کے اثرات پر پورے جوش و جذبہ کے ساتھ بحثیں شروع کردی ہیں۔ لوگوں نے اگرچہ بادشاہ کی شخصیت کو براہ راست ہدف تنقید بنانے سے احتراز کیا ہے یا وہ انتخابات کے موثر ہونے کے بارے میں گہرے شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں تاہم نظام کی نوعیت کے بارے میں بحث مباحثے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اوائل اکتوبر ۱۹۹۷ء کے قومی انتخابات کے بارے میں ابھی تک متعدد سوالات موجود ہیں۔ کیا قومی بلاک مراکش کی اقتصادیات کے ان بنیادی مسائل سے عہدہ برا ہونے کے لئے ایک جامع پروگرام تشکیل دے سکتا ہے جن میں قومی قرضہ' انتظامی اصلاحات' بے روزگاری' ماحول اور نظام تعلیم شامل ہیں۔ کیا حکومت کی حامی جماعتیں ایوان نمائندگان کا کنٹرول کھو دینے کی صورت میں فرمانبردار حزب مخالف کا کردار ادا کرنے پر رضامند ہو سکتی ہیں؟ کیا حزب مخالف اور اقتدار کی حامی جماعتوں میں توازن پیدا کرنے کے لئے ایک مرکز وجود میں آسکتا ہے؟ کیا وزیر داخلہ بصری اور وزارت داخلہ کے اعلیٰ حکام نیشنل بلاک کے ایک کلیدی مطالبے کو پورا کرتے ہوئے اس امر کی اجازت دے سکتے ہیں کہ انتخابات کے انعقاد کو وزارت داخلہ کے دائرہ اختیار سے باہر کر دیا جائے؟ کیا شاہ کی طرف سے اپنے وارث کو بڑے اختیارات اور ذمہ داری تفویض کرنے سے سیدی محمد بڑے رہنما کی حیثیت سے ابھر سکے گا؟

ممکن ہے کہ نظام باہم مربوط رہے لیکن اس میں تبدیلی کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ ابھی دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان تبدیلیوں کے نتیجے میں ایک ایسے نظام میں کشادگی اور حقیقی جمہوریت پیدا ہوسکے گی یا نہیں جس میں ایک خوب جمی ہوئی اور طاقتور انتظامیہ شامل ہے کہ جسے بین الاقوامی مفادات کی پشت پناہی بھی حاصل ہے لیکن جس سے نوجوانوں ' غریب عوام' عورتوں کو دور رکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود مراکش جب اکیسویں صدی میں داخل ہوگا تو اس کے سیاسی نظام کی ازسرنو صف بندی کا امکان رہے گا اور جیسا کہ بہت سے لوگوں نے جان لیا ہے ایسا کرنا لازمی ہوگا۔

© rasailojaraid.com